28

احمدیہ جماعت کی قدروقیمت

(فرمودہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یہ زمانہ ایسی تاریکی اور ایسی ظلمت کا زمانہ ہے کہ اس سے پہلے کبھی دنیا پر ایسی تاریکی کا زمانہ نہیں آیا اور کبھی اس پر ایسی ظلمت طاری نہیں ہوئی جیسے آج اس پر طاری ہے۔ بظاہر یہ زمانہ روشنی اور تعلیم کا زمانہ کہلاتا ہے اور اس زمانہ کے حالات اور خیالات نئی روشنی کے حالات اور خیالات کہلاتے ہیں اور ان حالات و خیالات کے واقف نئی روشنی کے آدمی کہلاتے ہیں۔ لیکن دین کو مدنظر رکھتے ہوئے اور روحانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ جس طرح اس زمانہ میں جسے روشنی کا زمانہ کہتے ہیں تاریکی پھیلی ہوئی ہے ایسی کبھی نہیں پھیلی تھی۔ پہلے زمانہ میں جو لوگ جہالت میں پھنسے ہوئے تھے اور تاریکی میں مبتلا تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہدایت مفقود تھی لیکن دنیا کی رو ایسی کبھی نہ ہوئی تھی کہ علوم روحانیہ کا پھیلنا ہی بند ہو جائے اس زمانہ کے لوگ جہالت میں تو تھے لیکن ہر ایک چیز کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ مذہب اور علوم روحانیہ ضروری شے ہیں۔

یہ حقیقت آج لوگوں میں نہیں۔ ان کے دلوں میں ایسی امنگ ہی نہیں۔ ان کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ مذہب اور علوم روحانیہ کا ہماری ترقی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے ان میں تڑپ موجود ہے اور ان کے لئے ایک آگ ان کے اندر ہے۔ اس کے واسطے ان میں جستجو ہے اور ایک شعلہ ان میں ہے جو ان کے اندر سے اٹھ کر سروں تک جا رہا ہے اور وہ ہر وقت اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ایک اور اونچا مقام ہے جو ابھی ہم نے حاصل کرنا ہے۔ اور جب یہ سب کچھ اسی تڑپ کے ماتحت ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا وہ تڑپ ہی ان کو غلط راہ پر لے جا رہی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ذرا اور آگے بڑھنا چاہتا ہے اور ترقی کرنا چاہتا ہے تو اس کا راستہ وہ یہی سمجھتا ہے کہ ان باتوں میں کوئی تبدیلی پیدا کر لینے سے وہ مقام حاصل کر لیا جا سکتا ہے اور اس کا

خیال مذہب کی طرف آتا ہی نہیں علوم روحانیت کی طرف اس کی توجہ ہوتی ہی نہیں جو کامیابی کا اصل ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب ان کے پاس نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ نام کا ہے کام کا نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ ان کے پاس ہے تو وہ الفاظ ہیں جن کی ان کے حالات کے مطابق کوئی حقیقت ہی نہیں جسم ہے پر جان نہیں۔ گویا وہ مذہب کے الفاظ کبھی بولتے ہیں تو صرف بولتے ہی ہیں۔ ان پر عمل ان کا ہرگز نہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ آج عیسائی عیسائی نہیں رہے۔ ہندو ہندو نہیں رہے۔ سکھ سکھ نہیں رہے۔ مسلمان مسلمان نہیں رہے۔ جس طرح وہ پہلے عیسائی کہلاتے تھے آج بھی عیسائی کہلاتے ہیں جس طرح وہ پہلے ہندو کہلاتے تھے آج بھی ہندو کہلاتے ہیں۔ جس طرح وہ پہلے سکھ کہلاتے تھے آج بھی سکھ کہلاتے ہیں۔ جس طرح وہ پہلے مسلمان کہلاتے تھے آج بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر ان کی اس حالت میں جو آج سے پہلے تھی اور اس حالت میں جو آج ہے بڑا فرق ہے آج سے پانچ سو سال پہلے جو عیسائی تھے وہ آج نہیں ہیں اسی طرح مسلمان بھی آج ویسے نہیں رہے جیسے آج سے پانچ سو سال پہلے تھے۔ وہ اسلام سے بالکل دور ہو گئے ہیں یہی حال ہندوؤں کا ہے۔ جس طرح پہلے زمانہ میں ہندو ہندو کہلاتے تھے۔ اب بھی وہ ہندو کہلاتے ہیں مگر جیسے وہ آج سے کئی سو سال پہلے ہندو تھے ویسے آج نہیں رہے نام رہ گئے ہیں حقیقت نہیں رہی چھلکے ہیں پر اندر کچھ نہیں۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ انسان کے کپڑے بھیڑیا پہن لے یا بھیڑ کی کھال اوڑھ لے۔ پس جس طرح بھیڑیا انسان کے کپڑے پہن کر انسان نہیں ہو جاتا اور جس طرح بھیڑ بھیڑیئے کی کھال اوڑھ کر بھیڑیا نہیں بن جاتی اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے کہ لباس تو مذہب کا ہے لیکن اندر مذہب سے خالی ہے لیکن جس طرح بھیڑیا انسان کے کپڑے پہن کر انسان کا نام تو ایک رنگ میں پالیتا ہے مگر انسان بن نہیں جاتا یا جس طرح بھیڑ بھیڑیئے کی کھال اوڑھ کر بھیڑیئے کی مشابہت سے بھیڑیا نام تو پالیتی ہے۔ مگر درحقیقت وہ ویسی نہیں ہو جاتی اسی طرح ان کا حال ہے کہ صرف کہلاتے ہی ہیں کہ ہم ہندو ہیں۔ ہم عیسائی ہیں۔ ہم سکھ ہیں۔ ہم مسلمان ہیں مگر یہ لوگ صرف ہندو یا سکھ یا عیسائی یا مسلمان نام پالینے سے وہ سچے ہندو وہ سچے سکھ وہ سچے عیسائی اور وہ سچے مسلمان نہیں بن سکتے جو آج سے پہلے تھے صرف نام رکھ لینے سے کوئی شخص وہ نہیں بن جاتا جس کا کہ وہ نام رکھ لے۔

سب سے زیادہ قابل افسوس مسلمانوں کی حالت ہے کہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بڑھ کر وہ اپنے مذہب سے دور۔ حقیقت کے لحاظ سے تو وہ بھی یعنی ہندو اور عیسائی اور سکھ وغیرہ بھی اپنے اپنے مذہب سے دور ہیں لیکن لگاؤ کے لحاظ سے وہ قریب ہیں۔ ایک عیسائی خواہ دہریہ ہو جائے۔ عیسیٰ کا نام لینے پر اسے جوش آجائے گا۔ وہ باوجود اس کے کہ دہریہ ہوگا عیسائیوں کی طرح گرجے

میں بھی جاتا ہے۔ اسے یسوع مسیح کی توہین پر غصہ بھی آتا ہے اور ان کاموں پر جو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ ہندوستان میں جتنے وائسرائے اور جتنے گورنر آتے ہیں وہ سب مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں اور گرجوں میں جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کی یہ حالت نہیں۔ ذرا ان میں کوئی آسودہ حال ہو جائے تو اگر وہ پہلے مسجد میں جاتا تھا تو پھر مسجد میں جانا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اگر وہ پہلے کچھ مذہبی رنگ رکھتا تھا تو پھر اس سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ غرض مسلمانوں کا وہ حال نہیں جو دوسرے مذہب والوں کا اپنے مذہب سے لگاؤ کی وجہ سے ہے۔ ان کی حالت بگڑ گئی ہے ان کے چلن خراب ہو چکے ہیں۔ ان کی شان و شوکت باقی نہیں ہے۔ وہ چھوٹے ہیں مگر بڑا کہلانا چاہتے ہیں بلکہ بڑا کہلانے والوں میں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔ دنیا کے لئے وہ ہر کام کرنے کو تیار ہیں لیکن نہیں اگر تیار تو دین کے کام کے لئے نہیں تیار۔ دنیا کی طرف ان کی توجہ پھر سکتی ہے لیکن نہیں اگر پھر سکتی تو خدا کی طرف ان کی توجہ نہیں پھر سکتی۔ ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ان کے نزدیک زیادہ قیمت ہے لیکن خدا کی اتنی بھی نہیں۔ پھٹے ہوئے کپڑے کی زیادہ عزت ان کی نظروں میں ہے لیکن خدا کے کلام کی اتنی بھی عزت ان میں نہیں۔ وہ ٹوٹی ہوئی جوتی اور پھٹے ہوئے چیتھڑے کو سنبھال کر رکھیں گے کہ کسی وقت کام آ جائیں گے۔ لیکن خدا اور خدا کے کلام کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کریں گے۔ خدا کا کلام خواہ رہے یا ضائع ہو جائے مگر انہیں پروا نہیں اور خدا کی ذات ان کی نظروں میں ایسی بھیانک ہو گئی ہے۔ جیسے کوڑھی کہ جس کے جسم سے کیڑے چلتے ہوں اور جس سے اتنی گھن آتی ہو کہ پاس بھی پھٹکنے کو جی نہ چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے تھے۔ بھوپال میں ایک بزرگ تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی پل پر پڑا ہے جس کے بدن پر کوڑھ تھا اور اس سے سخت تعفن اٹھ رہا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا میاں تم کون ہو جو اس طرح پڑے ہو۔ اس نے کہا میں اللہ میاں ہوں۔ میں خدا ہوں۔ وہ بزرگ کہتے ہیں رؤیا میں ہی مجھے ایسی گھن پیدا ہوئی کہ میں گھبرا گیا اور اس شخص کے جواب سے سخت متعجب ہوا کیونکہ ہم نے تو قرآن شریف میں پڑھا تھا کہ خدا میں سب خوبیاں ہیں۔ وہ منبع ہے کمالات کا۔ وہ منبع ہے تمام حسنوں کا۔ وہ منبع ہے تمام بھلائیوں کا۔ وہ منبع ہے تمام قدرتوں کا لیکن یہ تو مجموعہ ہے سب بدصورتیوں کا۔ مجموعہ ہے سب کمزوریوں کا۔ پھر ہم نے تو یہ سنا ہوا تھا کہ وہ عیب سے پاک ہے لیکن یہاں حالت بالکل برعکس ہے۔ یہ سن کر اس نے جواب دیا میں بھوپال کے لوگوں کا خدا ہوں انہوں نے مجھے ایسا ہی سمجھ رکھا ہے کہ میں بدصورت عیبوں سے بھرا ہوا لنجا کوڑھی اور کمزور ہوں

کیا وہ خوش قسمتی کا زمانہ ہو گا جس میں بھوپال کا خدا ایسا بنا ہوا تھا۔ ہرگز نہیں۔ لیکن بخدا

آج ساری دنیا کا خدا ہی ایسا خدا بنا ہوا ہے۔ یہ صرف بھوپال پر ہی منحصر نہیں کہ اس نے خدا کو ایک وقت اس قسم کا خدا سمجھا بلکہ آج تمام دنیا کے لوگ اسے ایسا ہی سمجھ رہے ہیں۔ اور ان چند پاک لوگوں کو چھوڑ کر جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی خشیت ہے اور جن کے اندر اس کی محبت ہے باقی سب کا خدا ایسا ہی ہے۔ دنیا کیڑے پتنگے کی بھی عزت کرتی ہے اور ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو کسی کی محبت میں روتے ہیں مگر قرآن کی اتنی عزت بھی ان کے دلوں میں نہیں اور جو لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی محبت جتاتے ہیں اور اس کا ادب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ حقیقت میں اس کی عزت کے لئے عزت نہیں کرتے وہ حقیقت میں اس کے ادب کے لئے ادب نہیں کرتے بلکہ وہ صرف دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں وہ صرف دنیا میں عزت پانے کے لئے اس کی عزت کرتے ہیں۔ وہ اس لئے اس سے محبت کرتے ہیں کہ وہ قوم میں عزت حاصل کریں اور قوم کی طرف سے محبت کئے جائیں۔ وہ قرآن کی اتنی ہی عزت اور محبت کرتے ہیں جتنی فریبوں اور دھوکوں میں کام آ جائے۔ وہ صرف اس لئے اس کی عزت کرتے ہیں کہ وہ ان کی قسمیں کھانے میں کام آئے ورنہ قرآن کی عزت و عظمت کے برابر وہ ایک پھٹے پرانے کپڑے کے چیتھڑے کی عزت و عظمت کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ وہ حقیقت سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ اور نور سے دور ظلمت میں بھٹک رہے ہیں۔ بسا اوقات گاؤں کے کتے کے اردگرد لوگ جمع ہو جاتے ہیں جو ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور جانور بھی وہ جانور جو پرلے درجے کا نجس جانور ہے۔ لیکن نہیں اگر جمع ہوتے تو اس کے لئے نہیں جمع ہوتے جو زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا خدا ہے۔ جو دنیا میں لوگوں کے لئے ہدایت کے سامان بہم پہنچانے والا خدا ہے۔ ایک گاؤں کے بچے اور لوگ کتے سے تو کھیلتے ہیں اور اس کے لئے اگر وہ گم ہو جائے یا مرجائے تو رنج محسوس کرتے ہیں۔ لیکن افسوس خدا تعالیٰ کا نام لینے والے دنیا بھر سے عنقا ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حقیقی عظمت اور شان سے لوگ غافل ہیں۔

کہاں گئے وہ دن کہ اسلام دنیا کو جذب کر رہا تھا۔ کہاں گئیں وہ راتیں کہ نور خدا کی پھوہار برستی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کہاں گیا وہ زمانہ کہ لوگ قرآن کی عظمت کے قائل تھے۔ کہاں گیا وہ وقت کہ اسلام کے دشمن بلکہ اشد ترین دشمن بھی اسلام اور قرآن کی خوبیوں کے قائل تھے۔ یہودیوں کے ایک عالم نے حضرت عمرؓ سے ایک دفعہ بیان کیا کہ حسرت آتی ہے یہ دیکھ کر کہ آپ کے پیغمبرؐ نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی جس کے متعلق کچھ نہ کچھ بیان نہ کر دیا ہو۔ ہمیں اگر کسی امر کے متعلق ضرورت پڑتی ہے اور ہم اپنی کتاب کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو نہیں ملتی اور آپ کی کتاب میں مل جاتی ہے۔[10] غرض ایک تو وہ دن تھے کہ کافر بھی بار بار کہہ اٹھتے تھے کہ کاش ہم بھی مسلمان

ہوتے اور یہ تعلیم ہمارے اندر ہوتی یا ایک یہ وقت ہے کہ آج مسلمان کہہ رہے ہیں کہ کاش یہ تعلیم ہم میں نہ ہوتی۔ مسلمان رات دن کوشش کر رہے ہیں کہ ثابت کر دیا جائے کہ اسلام کی تعلیم یہ نہیں جو ظاہر کی جاتی ہے یا جو اس کی کتاب میں ہے بلکہ وہ یہ ہے جو ہم بتاتے ہیں۔ مسلمان حکومتیں برابر اسی کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ اسلام کے احکام کی متابعت ترک کر دیں۔ اور زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ مذہب کو بھی بدل ڈالیں۔ پس کیا واقعی تاریکی نہیں چھا گئی۔ کیا واقعی لوگ دین اور تعلیم کو نہیں بدل رہے۔ کیا واقعی خدا کی محبت قرآن کی عزت اور رسول کا ادب ان کے دلوں سے نہیں نکل گیا۔ یقیناً نکل گیا ہے۔ جب مسلمانوں کا یہ حال ہے تو اس دین کا کیا حال ہو گا جس کے ماننے والوں کی یہ حالت ہے اور جس کے اپنے بھی دشمن ہو گئے۔ جس کے یگانوں نے بیگانوں کا طریق اختیار کر لیا۔ افسوس کہ اس زمانہ میں اسلام کی یہ حالت ہے کہ گلا گھونٹنے کو خود مسلمان ہی تیار ہیں۔ دنیا کے کاموں کے لئے انہیں فرصت مل سکتی ہے لیکن اگر نہیں فرصت ملتی تو اسلام کے لئے نہیں ملتی اور اس کی خدمت کے لئے نہیں ملتی۔ حالانکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اسلام کے اندر ہر قسم کی خوبیاں ہیں اور اسلام ہی اس لائق ہے کہ اس کی خدمت کی جائے۔

اسلام کے اندر ہر قسم کی خوبیاں ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ان کا احساس نہیں ہے۔ وہ اپنے اندر محسوس ہی نہیں کرتے کہ اسلام ہر قسم کی خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس کا درد نہیں۔ انہیں اس بات کا یقین اور وثوق نہیں۔ اگر انہیں درد ہوتا اگر انہیں اس بات کا یقین اور وثوق ہوتا۔ اگر انہیں اس بات پر اعتبار ہوتا کہ اسلام میں ہر قسم کی خوبی موجود ہے تو جیسے صحابہ کی زبانوں میں اثر تھا جیسے صحابہ کی حرکات و سکنات میں اثر تھا جیسے صحابہ کے اشارات میں اثر تھا۔ ان کی زبانوں میں بھی اثر ہوتا۔ ان کی حرکات و سکنات میں بھی اثر ہوتا۔ ان کے اشارات میں بھی اثر ہوتا۔ اور لوگ جب ان کی باتوں کو سنتے اور ان کو دیکھتے تو دین کی طرف مائل ہو جاتے۔ پھر اگر وہ خود بھی اسی تڑپ کے ساتھ کوشش کرتے۔ جس تڑپ کے ساتھ صحابہ کرتے تھے۔ تو آج اسلام کی وہ حالت نہ ہوتی۔ جو ہو رہی ہے بلکہ اسلام ترقی پر ترقی کرتا چلا جاتا۔ اور جس طرح پہلے دنیا کو کھائے چلا جا رہا تھا آج بھی کھائے چلا جاتا۔ جس طرح پہلے دنیا کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا آج بھی اسی طرح اسے جذب کر رہا ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں نہ وہ تڑپ ہے اور نہ وہ جوش۔ نہ وہ جنون ہے اور نہ وہ دیوانگی جو اسلام کے لئے صحابہ کو تھی آج اگر تلاش کریں تو اس دیوانگی کا اثر مسلمانوں میں کہیں نہیں ملتا۔

دیوانگی کا یہ اثر بھی مسلمانوں میں نہیں اور پھر ان کو اپنے دنیا کے کاموں سے فرصت بھی نہیں کہ وہ دین کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے دلوں پر اور کانوں

پر مہر لگ گئی ہے اور ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ وہ سنتے ہوئے نہیں سنتے وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے وہ تغیرات کو محسوس کرتے ہوئے نہیں محسوس کرتے اور یہ غفلت کی رو کسی ایک گوشہ میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں چلی ہوئی ہے اور **صم بکم عمی فھم لا یرجعون** (البقرہ ۱۹) کا سماں نظر آ رہا ہے۔ وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں کہ جس کی طرف سے وہ غفلت کے ساتھ آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ ان کے اموال کی تھیلیاں ہر ایک پلید اور گندے کام کے لئے کھل سکتی ہیں لیکن نہیں اگر کھلتیں تو خدا کے دین کے لئے نہیں کھلتیں ان کی آنکھیں دنیا کے سیرو تماشے کے لئے تو کھل سکتی ہیں لیکن نہیں اگر کھلتیں تو دین کی کمزور حالت کے لئے نہیں کھلتیں۔ ان کے کانوں پر مہر لگ جاتی ہے کہ وہ اس فریاد کو سنتے ہوئے نہیں سنتے ان کی زبانوں پر مہر لگ جاتی ہے کہ وہ بولتے ہوئے دین کے لئے نہیں بول سکتے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے دین کے کاموں کو نہیں دیکھ سکتے۔ سیر تماشوں کے لئے ان کے پاس فرصت ہے۔ لیکن دین کے لئے ان کے پاس فرصت نہیں۔ ذلیل سے ذلیل اور کمینہ سے کمینہ اشغال میں شوق سے مصروف ہوتے ہیں مگر اسلام کے کاموں کے لئے ان میں کوئی شوق نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہ ملانوں کے کام ہیں کہ دین کے کاموں میں دخل دیں۔ غرض ایک مردار کی طرح سمجھ کر اسلام کو چھوڑ دیا گیا ہے اور دھتکار کر اسے اپنے گھر کے دروازے سے نکال دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا ہے۔

آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں آپ لوگ جو دنیا کے ہر گوشہ سے آ کر یہاں جمع ہو گئے ہیں آپ ہی ایک ایسی جماعت ہیں جس نے اس خطرناک اور نازک وقت میں خدا کی آواز پر لبیک کہا۔ آج اگر اسلام کا کوئی سہارا ہے۔ آج اگر اسلام کی کوئی مدد ہے آج اگر اسلام کے لئے ٹھہرنے کی کوئی جگہ ہے تو اے احمدی جماعت کے لوگو! وہ آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنی گردنوں کو اس کے احکام کے جوئے کے نیچے رکھا۔ وہ صرف آپ ہی ہیں جنہوں نے دنیا سے منہ پھیر کر اس کی طرف منہ کر لیا وہ صرف آپ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کی لذات اور خواہشات سے منہ موڑ کر دل کو اس کی محبت سے بھر لیا۔ اور خدا نے آپ کو جو ذلیل سمجھے جاتے تھے۔ معزز بنا دیا۔ تم دیکھتے ہو کہ شہروں میں اور بڑی بڑی بستیوں میں بڑی بڑی عمارتیں بنی ہوئی ہیں تم دیکھتے ہو کہ ان کے دروازوں پر موٹریں کھڑی ہیں تم دیکھتے ہو کہ سپاہی ان کے دروازوں پر پہرہ دے رہے ہیں تم دیکھتے ہو کہ چوبدار ان کی نوکری بھر رہے ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ شان و شوکت کے ساتھ ایک عظیم الشان اور فرعون سے بھی بڑا بنا ہوا انسان ان اسباب کے ساتھ آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے لیکن خبردار دھوکہ نہ کھانا وہ عزت جو تمہیں اس کی نظر آتی ہے عزت نہیں ہے۔ وہ آرام جو تم دیکھتے ہو کہ وہ پا رہا ہے وہ آرام نہیں۔ وہ آسائش جو اس

کے ساتھ وابستہ نظر آ رہی ہے آسائش نہیں ہے بلکہ وہ رسوائی ہے بلکہ وہ تکلیف ہے بلکہ وہ دکھ ہے۔ کیونکہ وہ خدا سے غافل ہے دین کے درد سے خالی ہے۔ قرآن کی تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ اسے ان باتوں سے تعلق نہیں لیکن آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے درد بخشا ہے اور دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے۔ پس جو عزت کا مقام آپ کو دیا گیا ہے۔ وہ بادشاہوں کو بھی نہیں دیا گیا۔ اس وقت اپنی قدر آپ لوگوں کو بھی معلوم نہیں ہے لیکن وقت آ رہا ہے کہ آپ کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہو جائے گی۔ اور پتہ لگ جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں بہت بڑی عزت کے مقام پر کھڑا کیا ہے اور جنہیں دوسرے لوگ ذلیل سمجھتے تھے۔ وہ ذلیل نہ تھے۔ بلکہ ذلیل وہ تھے جو خدا کے دین کی خدمت کرنے والوں کو ذلیل سمجھتے تھے۔

اس نقشہ کو دیکھو جس میں نبی کریم ﷺ ایک سادہ لباس میں خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے جاتے ہیں اور پھر اس نقشہ پر بھی نگاہ ڈالو کہ فوجوں کے جھرمٹ میں آپ وہاں داخل ہوتے ہیں۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ تن تنہا رہ گئے اور آپ کو دیکھ کر آپ کے عزیز بھی آپ کے دوست بھی کترا جاتے وہ وقت بھی آیا کہ آپ کو تکلیفیں دی گئیں وہ وقت بھی آیا کہ آپ کی ذلت و رسوائی کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ لوگ آپ کو برا بھلا کہتے گالی گلوچ نکالتے۔ دست درازی کرتے حالانکہ خود ان کا یہ حال تھا کہ چوری وہ کرتے۔ ڈاکے وہ ڈالتے۔ مال اٹھا لے جانا ان کے نزدیک معمولی بات ہوتی اور کمزوروں پر ظلم کرنا کوئی عیب ہی نہ شمار کیا جاتا خود تو یہ حال تھا لیکن نبی کریم ﷺ کو اذیتیں پہنچاتے اور یہ سمجھتے کہ ہم معزز ہیں اور یہ غیر معزز۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ وہ لوگ تو خدا کو جانتے ہی نہ تھے اور اس کو بھلا بیٹھے تھے۔ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کو مانتے اور خدا سے منسوب شدہ گھر میں خدا کی عبادت کے واسطے داخل ہوتے۔ آپ کی ابتدائی حالت میں کوئی آپ پر میلا ڈالتا۔ کوئی دھکا دیتا۔ کوئی گلے میں پٹکا ڈالتا۔ غرض کوئی تکلیف نہ ہوتی جو پہنچائی نہ جاتی۔ اور کوئی سخت سلوک نہ تھا جو آپ کے ساتھ کیا نہ گیا۔ کیا اس وقت کی حالت کے دیکھنے سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آج جس کو ذلیل سمجھا جاتا ہے وہی دنیا میں سب سے زیادہ عزت دار ہوگا۔ آج جس کے بدن پر میلا ڈالا جاتا ہے اسی کے پسینے کی جگہ لہو بہانے کے لئے سینکڑوں انسان تیار ہو جائیں گے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے اس تن تنہا شخص کے قدموں میں دنیا آگرے گی۔ کیا کوئی سیاح اس وقت کی آپ کی حالت کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا کہ آپ دنیا میں بڑھیں گے۔ کیا کوئی ہندوستانی سیاح جسے ادھر جانے کا اتفاق ہوتا اور جسے آپ کی اس کمزور حالت کے دیکھنے کا موقعہ ملتا اس بات کو جان سکتا تھا کہ یہ دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔ اس کی تعلیم دنیا کے ہر گھر میں پھیل جائے گی اور ملکوں کے ملک اس کی اطاعت کے جوئے کے نیچے آ جائیں گے ہرگز نہیں اس کے گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ وہ

شخص جسے ہر شخص پاگل خیال کرتا ہے اس قدر بڑھے گا کہ دنیا کے عقلمند دنیا کے طاقتور دنیا کے عزت دار اس کی غلامی کو فخر سمجھیں گے۔ مگروہ بڑھا اس کی تعلیم دنیا کے گھر گھر میں پھیل گئی بڑے بڑے بادشاہ اس کی غلامی کو فخر سمجھنے لگ گئے۔ اور یہ سب اس لئے ہوا کہ اس نے نہایت تاریکی کے دنوں میں خدا کا نام لیا اور خدا نے اسے روشن کرنے کا وعدہ کیا۔

پس اے احمدی جماعت کے لوگو! خدا کے وعدوں کی طرف نظر کرو اور سمجھ لو کہ اگر کوئی قوم اس وقت دنیا میں معزز مقبول ہے تو وہ آپ ہی ہیں اور یہ عزت اور مقام ہے جو خدا نے آپ کو بخشا آج اور کسی کو نہیں دیا۔ آج تمام دنیا خدا سے منہ پھیرے کھڑی ہے۔ اور تم ہی ہو جن کا منہ خدا کی طرف ہے۔ پس اے وہ لوگو جو احمدی جماعت سے تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ آپ نے خدا کے لئے سب کچھ چھوڑا ہے۔ خدا کے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اور خدا کی کتاب کے لئے آپ نے کوشش شروع کی ہوئی ہے۔ پس خدا اپنی سنت کے مطابق آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ اس کی رحمت کے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں۔ اپنے دامنوں کو پھیلاؤ اور رحمت سے ان کو بھر لو۔ یہ دن روز روز نہیں آتے۔ جب احمدیت میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوں گی۔ جب احمدیت دنیا کے کونہ کونہ میں پھیل جائے گی۔ جب احمدیت کے آگے بڑے بڑے بادشاہ آ جھکیں گے تو یاد رکھو پھر وہ دن نہیں رہیں گے جو آج ہیں اور وہ ثواب اور اجر نہیں مل سکے گا جو آج ادنیٰ ادنیٰ امور پر مل سکتا ہے۔ پس یہ دن بڑے ہی مبارک دن ہیں اور بڑے ہی قدر والے۔ اس دن جب کہ احمدیت پھیل جائے گی۔ اس دن جب کہ بڑے بڑے لوگ احمدیت کی تعلیم کے جوئے کے نیچے اپنی گردنیں رکھ دیں گے۔ اس دن بادشاہ خواہش کریں گے کہ کوئی سلطنت لے لے اور وہ اجر ہمیں حاصل کرا دے جو آج ایک غریب کسان کو مل رہا ہے۔ وہ بادشاہتیں لٹا دینے پر تیار ہو جائیں گے مگر سابقین سا اجر حاصل نہ کر سکیں گے۔ تیمور کی طرف دیکھو جس نے سارا ہندوستان فتح کر لیا وہ مسلمان بادشاہ تھا۔ دین کی خدمت بھی کرتا تھا مگر کیا وہ اس اجر کو پا سکا جو ایک ادنیٰ سے صحابی نے اپنی حقیر سی خدمت کے ذریعے پایا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کو دیکھو۔ دین کی خاطر عیسائیوں اور دین کے دشمنوں کے ساتھ کس قدر اس نے جنگیں کیں۔ اور پھر اس حالت کو بھی مد نظر رکھو کہ بادشاہ سب کچھ ہی کر سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے وہ اجر میں صحابہ کے برابر نہ ہو سکا۔ بادشاہ کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے کیا کچھ نہ کیا۔ اگر یہ ہو سکتا کہ بادشاہت دے کر محمد رسول ﷺ کے صحابہ اور غلاموں کا سا اجر مل سکتا تو وہ یہ بھی کر گزرتا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ نہ صلاح الدین ایوبی اور نہ تیمور اور نہ کوئی اور بادشاہ باوجود سب کچھ کرنے کے محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے برابر ہو سکا۔ لیکن اے احمدی قوم کے لوگو! وہ خدا جس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ وہ

اپنے فضل و کرم سے پھر وہی دن لایا ہے۔ اور ایک شخص ظاہر ہوا ہے۔ جس کی آواز پر لبیک کہنے والے آپ ہیں۔ اس لئے اپنی قدر کو پہچانو۔ اور اپنے اوقات کو ایسے رنگ میں خرچ کرو کہ دین پھیل جائے۔ اگر اب سستی کرو گے تو سمجھ لو ہمارے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ پس تم اپنے علوم کو اپنے اموال کو اپنی طاقتوں کو دین کی اشاعت کے لئے خرچ کرو تا ترقی ہو۔

میں کس طرح اور کن الفاظ میں بیان کروں کہ خداتعالیٰ کی طرف سے راستے کھولے گئے ہیں۔ اس نے تمھاری رہبری کے لئے سامان پیدا کر دئے ہیں۔ اس نے تمھاری رہبری کے لئے ایک شخص کو بھیج دیا ہے۔ اس نے تمھیں دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے پس تم غفلت نہ برتو۔ اس کی نعمتوں کی بے قدری نہ کرو۔ تا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بے قدری ان نعمتوں کے چھن جانے کا باعث بنے۔ کوئی شخص دنیا میں نہ پاؤ گے کہ وہ کسی کو چیز دے اور وہ اس کی بے قدری کرے تو وہ ناراض نہ ہو یا کوئی کسی کو کہے کہ آ تجھے کھانا دیں۔ اور وہ آگے سے کہہ دے نہیں میں نہیں لیتا تو وہ پھر بھی اسے دے۔ یا کوئی کسی کو کہے آ تجھے عمدہ کپڑا دیں اور وہ کہہ دے مجھے تمھارے کپڑے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ پھر بھی اسے دینے کی کوشش کرے یا کوئی کسی سے کہے۔ آ تجھے مکان دیں اور وہ کہہ دے کہ نہیں میں تمھارا مکان نہیں لینا چاہتا۔ تو وہ پھر بھی زبردستی اسے دے۔ پھر یہ بھی نہ دیکھو گے کہ کسی شخص نے کسی کو کچھ دیا اور اس نے اس کی بے حرمتی اور بے قدری کی ہو تو اسے طیش نہ آئے اور وہ آگے اسے کچھ دینے سے ہاتھ نہ کھینچ لے۔ پس جب انسان کو اپنی دی ہوئی چیز کی بے قدری اور بے حرمتی پر طیش آ سکتا ہے۔ تو اگر کوئی چیز خدا کی طرف سے دی گئی ہو۔ اور اس کی بے قدری اور بے حرمتی کی گئی ہو تو خدا کو طیش کیوں نہ آئے۔ پس سنو اور سمجھو کہ یقیناً خدا کو بھی طیش آ جاتا ہے اور وہ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ناراضگی یہی ہے کہ وہ دی ہوئی چیز چھین لیتا ہے اور آگے دینا بند کر دیتا ہے۔ اس کے طیش کے مقابل میں دنیا کے طیش ہیچ ہیں۔ خدا کے طیش کو جو انسان پر بے قدری اور بے حرمتی سے اسے آتا ہے۔ اس طیش کے مقابل میں انسان کا طیش کچھ شے نہیں۔ ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں۔ پس اگر تم اس کی نعمتوں کو پانا چاہتے ہو۔ اگر تم اس کی رحمت کے دروازے پھر اپنے اوپر کھلے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو تو اس کی ان نعمتوں کی قدر کرو۔ جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ اس کی تعلیم پر عمل کرو اس کے احکام کو مانو۔ فسادوں، لڑائیوں، جھگڑوں، فتنہ انگیزیوں اور شورشوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ سب ناشکری کی علامتیں ہیں اور بے قدری و بے حرمتی کی نشانیاں ہیں۔

دیکھو خدا جو کہتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔ محمد ﷺ کو اس نے کہا میں تمھیں بلند کروں گا اور اس نے آپ کو بلند کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا کہ میں تیرے نام کو دنیا

کے کونہ کونہ میں پہنچاؤں گا۔ اور تیرے ذکر کو بلند کروں گا۔ اس نے آپ کا نام دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچا دیا اور آپ کا نام بلند کر دیا۔ چنانچہ آج آپ کا نام دنیا کے ہر گوشہ اور دنیا کی ہر قوم میں پہنچ رہا ہے۔ قومیں اور نسلیں آپ کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں اور دنیا میں کوبکو آپ کا چرچا ہو رہا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو اندھوں کو بھی نظر آ رہی ہیں تو ہم جو ماننے والے ہیں ان کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ ایک ایک کر کے۔ دو دو کر کے۔ تین تین کر کے۔ چار چار کر کے تمام ممالک کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اور لوگ ان میں سے نکل کر آپ کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔ پس یقین رکھو کہ خدا جو کہتا ہے اسے ضرور پورا بھی کرتا ہے۔

بڑی قوم جو اسلام کے مقابل پر ہے اور جو شدت سے اسلام کے ساتھ دشمنی رکھتی ہے وہ عیسائیوں کی قوم ہے مگر یہی عیسائیوں کی قوم مٹھی بھر احمدیوں سے ڈرتی ہے کیا بات ہے جس سے وہ اس چھوٹی سے جماعت سے تو ڈرتی ہے مگر تمام مسلمانوں سے خوف نہیں کھاتی۔ یہی ہے کہ یہ جماعت خدا کے مسیح کے ماننے والوں کی جماعت ہے جو اس لئے آیا کہ اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھائے اور اسلام کے ذکر کو بلند کرے۔ پس وہ آیا اور اس نے اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔ اسلام کے ذکر کو بلند کیا اور آج وہ دن ہے کہ عیسائیت کے بت کے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ اس کے ہاتھوں پر رعشہ گر گیا ہے اور اس کا جسم مفلوج ہو رہا ہے۔ اور خود وہ تھرا رہی ہے۔ یہ خدا کے کام ہیں اور اس کی قدرتیں - دشمن بھی ان کو دیکھ رہا ہے۔ پھر کیا افسوس نہیں ہو گا کہ دشمن تو اس ساری کیفیت کو دیکھیں اور جو دیکھنے والے ہیں وہ نہ دیکھیں۔ پس ہمارا کام ان کو دیکھنا ہے اور دین اسلام کو بلند کرنا۔

ابھی تازہ واقعہ مسجد لندن کا ہوا ہے بڑے بڑے دشمنوں نے اقرار کیا ہے کہ یہ واقعی اس جماعت کے خدمت اسلام پر ہروقت کمربستہ رہنے کی دلیل ہے - کئی اخبارات نے اس کا اپنے کالموں میں تذکرہ کیا ہے ولایت کے اخباروں کی یہ حیثیت نہیں ہے جو ہمارے ملک کے اخبارات کی ہے۔ بعض ان میں سے پچیس پچیس لاکھ چھپتے ہیں۔ بعض کی آمدنیاں حیدر آباد کی ریاست کی آمدنی سے بھی تگنی تگنی اور چوگنی چوگنی ہیں۔ ایک اخبار کی سات آٹھ بلکہ دس لاکھ کی آمدنی ہے ایک موقعہ پر ایک لڑکے نے ایک اخبار کی ایک دن کی ساری اشاعت خرید لی اور ایک ہی دن میں اس کی فروخت سے ایک لاکھ روپیہ کما لیا۔ اس کو کسی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ یہاں سٹرائک ہو جائے گی اور اس دن اس شہر میں کوئی اخبار نہیں چھپے گا۔ اس نے ایک دن پہلے ایک دوسرے شہر میں چھپنے والے اخبار کے مالک کو تار دے دیا کہ فلاں تاریخ جو اخبار چھپے گا میں اس کی ساری کاپیاں خریدوں گا۔ چنانچہ اس نے اس ایک دن کے اخبار کی فروخت سے ایک دن میں ایک لاکھ روپیہ کما لیا۔ تو

اس سے ان اخبارات کی عظمت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ ان اخباروں میں اس مسجد کا ذکر آیا ہے۔ اور ان کے ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں نے اور ان کے نمائندوں نے بڑے عمدہ الفاظ میں اس کا ذکر کیا۔ پھر کئی اخبارات میں اس مسجد کے فوٹو بھی چھپے۔ اس طرح ہزاروں بلکہ کروڑوں آدمیوں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جا پہنچا۔

اسی قسم کے بڑے طبقے کے ایک نہیں کئی اخبارات شائع ہوا ہے کہ پندرہ سال سے مسلمان کوشش کر رہے تھے۔ مسلمان حکومتیں ان کی تائید میں تھیں۔ دولتمند لوگ اس کے لئے تیار تھے مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ کچھ نہ کر سکے۔ اور کوئی مسجد وہاں کھڑی نہ کر سکے۔ لیکن احمدی قوم نے جب اس کام کا بیڑا اٹھایا تو کام کر لیا اور ایک مسجد وہاں کھڑی کر دی۔ سلطان عبدالحمید ترکی کے سابق بادشاہ۔ ہندوستان کے رؤساء اور دوسری مسلمان سلطنتیں اور مسلمان امراء سب ہی اس کی تائید میں تھے کہ ضرور لندن میں ایک مسجد بنانی چاہئے۔ مگر وہ باوجود ہر قسم کے سامان ہونے کے نہ بنا سکے۔ لیکن احمدیوں نے جب اس مسجد کا ارادہ کیا تو اسے کوئی دیر نہ لگی۔ کلکتہ کے "انگلشمین" نے بھی یہی لکھا ہے کہ مسلمانوں کی بیس پچیس سال کی کوشش تھی۔ حکومتیں بھی اس خیال میں تھیں۔ لیکن احمدیوں کو اس میں کامیابی ہوئی اور انہوں نے جب ارادہ کیا کہ ایک مسجد لندن میں بنانی چاہئے تو فوراً بنا لی۔

غیر تو اسے کامیابی بتائیں لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اپنوں میں سے بعض نے کہ جن کی خوشیوں کی اس کامیابی کی وجہ سے کوئی حد نہیں ہونی چاہئے تھی۔ فتنہ گروں کی وجہ سے طرح طرح کی بدگمانیاں کرنی شروع کر دیں۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اتنا روپیہ برلن کی مسجد کا تھا۔ اتنا وہ تھا۔ اتنا روپیہ گیا کہاں۔ حالانکہ متواتر یہ بتایا گیا کہ پچھتر ہزار یا اسی ہزار روپیہ مکان اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ ہوا تھا۔ لندن کو اپنے شہروں پر قیاس نہ کر لو۔ وہ بہت بڑا شہر ہے۔ اور وہاں جائداد کی قیمتیں بھی بہت بڑی ہیں۔ یہاں لاہور میں ہم ایک مسجد بنانے لگے تھے۔ اس کے لئے جو زمین خریدی گئی تھی۔ وہ غالباً بیس ہزار روپیہ کو آئی تھی اور لاہور کی لندن سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ چالیس لاہور اگر اکٹھے ہوں تو ایک لندن بنتا ہے۔ وہاں تو اول زمین لینا ہی مشکل تھا۔ یہ تو ایک موقعہ نکل آیا کہ وہاں بعض وجوہ سے جائداد کی قیمت گر گئی اور ایک سستا مکان مل گیا۔ لندن کی مسجد کے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع ہوا تھا۔ ستر ہزار روپیہ برلن کی مسجد کے لئے جمع ہوا تھا۔ اس میں سے ستر اسی ہزار روپیہ مکان اور فرنیچر وغیرہ کے خریدنے پر صرف ہوا اور ساٹھ ہزار روپیہ سے تجارتی کام چلایا گیا۔ جس کی غرض یہ ہے کہ اس کی آمد سے وہاں کا مشن چلایا جائے۔ اب کوئی ساٹھ ہزار روپیہ اس کی تعمیر پر لگا ہے۔ یہ روپیہ ایک لاکھ نوے ہزار بنتا ہے۔ اور تیس ہزار روپیہ کی یہاں جائدادیں خریدی ہوئی ہیں۔

جو اس لئے ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو ان کو نفع پر بیچ لیا جائے۔ جس سے یہ روپیہ بڑھے گا ہی گھٹے گا نہیں۔ لوگوں کے گھر سے تو جاتا ہے لیکن یہاں زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ ہمیں ایک لاکھ ستر ہزار دیا گیا تھا۔ اب سوا دو لاکھ رکھا ہوا ہے۔ اگر یہاں کی جائدادوں کی قیمت خرید نہ لگائی جائے بلکہ رائج الوقت قیمت لگائی جائے تو بجائے تیس ہزار کے ساٹھ ستر ہزار بن جاتی ہے۔ اور یوں پھر یہ روپیہ سوا دو لاکھ کی بجائے اڑھائی لاکھ سے بھی اوپر جا پہنچتا ہے اور اگر وہ روپیہ بھی اس میں شمار کیا جائے۔ جو ہم نے بطور نفع حاصل کیا اور وہ اخراجات بھی اس میں شامل کر دئے جائیں جو اس میں شامل ہونے والے ہیں۔ تو یہ رقم تین پونے تین لاکھ جا بنتی ہے میں نہیں سمجھتا کہ باوجود اس طرح پیسے پیسے کے محفوظ ہونے کے پھر یہ سوال کیا معنے رکھتا ہے کہ روپیہ کہاں گیا۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے سامان کر دئے کہ برلن میں مسجد نہ بن سکی۔ برلن کی مسجد کے لئے جو نقشہ تجویز کیا گیا تھا اس کے متعلق اندازہ تھا کہ موجودہ روپیہ سے وہ بن جائے گی لیکن جب نقشہ وہاں کی میونسپلٹی میں منظوری کے لئے دیا گیا۔ تو اس نے اس مقام کے لحاظ سے کہ جس پر ہم مسجد بنانا چاہتے تھے - ہمارے پیش کردہ نقشہ کو منظور نہ کیا اور اپنے پاس سے ایک نقشہ بنا کر کہا کہ اس کے مطابق مسجد بنائی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا کسی اور نقشہ کے مطابق مسجد بنانے کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی اور جو نقشہ اس نے تجویز کیا۔ اس کے مطابق مسجد پندرہ لاکھ میں بھی نہ بن سکتی تھی۔ چونکہ جماعت اتنے خرچ کی متحمل نہ ہو سکتی تھی اور نہ ہی یہ مناسب معلوم ہوتا تھا کہ اتنا روپیہ اس ملک میں مسجد بنانے کے لئے صرف کر دیا جائے۔ اس لئے اس مسجد کے بنانے کا خیال چھوڑ دیا گیا اور یوں وہ مسجد نہ بن سکی۔

پس یہ فتنہ گروں کی فتنہ گریاں ہیں جو جماعت کے لوگوں کو سست کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ ان سے بچو۔ دشمن کو تو ایسا کرنا چاہئے شیطان اپنے وعدے کو کس طرح چھوڑ دے۔ لیکن کیا یہ عجیب نہیں کہ شیطان تو اپنا وعدہ پورا کرے۔ اور تم اپنے وعدے پورے نہ کرو۔ شیطان کا وعدہ یہ ہے کہ وہ انسان کو ورغلائے گا۔ دھوکہ دے گا اور فتنہ پھیلائے گا اور انسان کا وعدہ یہ ہے کہ وہ اس کے پھندے میں نہ پھنسے گا۔ پس تم کو بھی چاہئے کہ اپنے وعدے پورے کرو۔ اور اس کے پھندے میں ہرگز نہ پھنسو۔ دوسروں کو وعدہ بھول گیا ہے لیکن ہم گمراہ نہیں ہوئے۔ تم ہر ایسے فتنہ گر کو جو فتنہ گری کے لئے تمہارے پاس آئے یہ کہہ دو۔ روپیہ ہمارا، دینے والے ہم، خرچ کرنے والے ہم، تم کون ہو جو اس کے متعلق رائے زنی کرتے ہو۔ اور فتنہ گری کر کے چاہتے ہو کہ ہم کو دین کی خدمت کرنے سے سست کرو۔

پھر جماعت کے مال سے بھی آپ لوگوں کو واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ وہ کہاں سے آتا ہے

کتنا آتا ہے اور کیونکہ خرچ ہوتا ہے کیونکہ اس کا نہ جاننا ہی بعض اوقات اعتراضات کے لئے موقعہ پیدا کر دیتا ہے۔ اسی معاملہ کو دیکھ لو کہ اگر اس قسم کی تفصیلات کا علم ہوتا تو کبھی یہ سوال نہ اٹھایا جاتا کہ مسجد برلن کا روپیہ کہاں گیا۔ آپ لوگوں کے سامنے ۹ کنال زمین سہ منزلہ مکان اور دوسری جائداد اس کی موجود ہے۔ پھر اس روپیہ میں بڑھوتی بھی ہوئی۔ جو اس طرح ہے کہ یہاں زمین خرید کر کے روپیہ بڑھایا گیا۔ ادھر پونڈ کی قیمت گری ہوئی تھی غرض خدا نے ایسے سامان پیدا کر دئے کہ ہمیں اس روپیہ سے خاصہ منافع حاصل ہوا۔ لوگوں کے مال سود سے بڑھتے ہیں۔ خدا نے اس سے ہمیں بچایا اور بجائے اس کے ہمیں خاطر خواہ نفع دے دیا۔ ایک لاکھ تیس ہزار عمارت زمین و دیگر مصارف پر خرچ آیا۔ پچھتر ہزار تجارت پر ہے۔ تیس ہزار کی جائداد قادیان میں خریدی ہوئی ہے۔ اور اگر اس جائداد کی رائج الوقت قیمت لگائی جائے تو ساٹھ ہزار سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ اس طرح دو لاکھ ستر اسی ہزار کے قریب یہ روپیہ بنتا ہے پس اس میں نہ کوئی نقصان کی صورت ہے۔ نہ بدنیتی کا شائبہ۔ یہ محض فتنہ گروں کی فتنہ گریاں ہیں کہ جماعت میں پھوٹ ڈالوائیں۔ اور اسے آئندہ دینی خدمات کرنے میں سست کر دیں۔ ان سے بچنا چاہئے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام کرنے والے مخلص ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان سے کوئی غلطی ہو جائے۔ لیکن کون انسان ہے جو یہ کہے کہ میں کبھی غلطی نہیں کروں گا۔ اگر کوئی ایسا ہے تو میں ان کارکنوں کو جو مخلص ہیں بدل سکتا ہوں۔ حضرت یسوع مسیح کے پاس لوگ ایک مجرم عورت کو لائے اور کہا کہ یہ اس لائق ہے کہ سنگ سار کی جائے۔ آپ نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ ضرور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ لیکن پہلا پتھر اس پر وہ مارے۔ جو یہ کہے کہ میں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا مگر ایسا کون تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جو عورت کو گناہ کے الزام میں پکڑ کر لائے تھے ایک ایک کر کے چلے گئے اور عورت اکیلی کھڑی رہ گئی۔ آخر یسوع مسیح نے اس عورت سے کہا اے عورت چلی جا۔ تجھے پتھر مارنے والا کوئی نہیں۔ اسی طرح میں بھی آج یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کہے کہ میں نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی اور آئندہ کبھی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔ تو وہ سامنے آئے۔ میں فوراً اس کے سپرد کام کر دوں گا۔ پس میں پھر کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو سامنے لاؤ جو کبھی غلطی نہیں کریں گے۔ میں محض اللہ کے دین کو مدنظر رکھتے ہوئے پہلوں کو بدل دوں گا۔ اگر بہتر آدمی مل جائیں تو میں ایک سیکنڈ بھی دیر نہ کروں گا۔ اور پہلوں کو بدل کر ان کو کام پر لگا لوں گا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے میں یسوع مسیح کے اس قول کی طرف کہ پہلا پتھر وہ مارے جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ یہ کہوں گا کہ سامنے وہ آئے جو یہ کہے میں نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی اور کبھی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔

آنحضرت ﷺ ایک دفعہ ایک ایسے مقام سے گزرے۔ جہاں لوگ کھجور لگا رہے تھے۔ یہ

دیکھ کر آپ نے ان سے کہا کہ نر اور مادہ کو کیا ملاتے ہو۔ اس پر لوگوں نے سمجھا۔ آپ کا شائد یہ منشاء ہے کہ یہ پیوند نہ لگایا جائے چنانچہ اس کے مطابق انہوں نے پیوند لگانا چھوڑ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے سال ان کھجوروں نے پھل نہ دیا ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ پیوند نہ لگاؤ میں نے تو صرف دریافت کیا تھا۔ اگر تم کو میرے دریافت کرنے سے یہ خیال گزرا تھا کہ میں ایسا کرنے سے منع کر رہا ہوں تو تم کو چاہئے تھا کہ مجھ سے کہہ دیتے کہ اس کے بغیر یہ پھل نہیں لائیں گی۔ میں کوئی زمیندار ہوں کہ مجھے ان باتوں کا علم ہوتا یہ تو تمہارا کام تھا کہ مجھ سے کہہ دیتے۔[1] تو دنیاوی معاملات کے سمجھنے میں ایک نبی بھی غلطی کر سکتا ہے۔ پھر اور کون ہے جو نہ کرے۔ ہم نبی سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ سو ہم سے غلطیاں ہوتی ہیں مگر غلطیوں کے موقعہ پر ہونا یہ چاہئے کہ ان سے آگاہ کیا جائے نہ کہ بدگمانی شروع کر دی جائے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا کے فضل سے ہمارے سلسلے کے کارکن مخلص نیک نیت' دیانتدار اور محنتی ہیں۔ وہ اپنی عقل سمجھ اور طاقت کے مطابق کوشش کرتے ہیں کہ غلطی نہ ہو لیکن پھر بھی اگر ہو جائے تو اس کے متعلق کسی قسم کی بدظنی کرنا درست نہیں۔ غلطی کو غلطی کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جو غلطیوں سے پاک ہو۔

مفسدوں نے تو یہ کوشش بھی کی تھی کہ مسجد لندن ہی نہ بنے۔ لیکن خدا نے ان کا منہ کالا کرنے کے لئے نہ صرف یہ کیا کہ مسجد بنانے کی توفیق دی۔ بلکہ ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے کہ تکمیل کے بعد اس کا شاندار افتتاح بھی ہو گیا۔ جو ایسا شاندار تھا کہ ہر ایک نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اس کی مثال پہلے موجود نہیں تھی۔ تقریباً" دو سو سے زیادہ ولائتی اخبارات میں زبردست الفاظ کے ساتھ اس کا ذکر آیا۔ یہ اخبار انگلستان کے ہیں۔ ان کے علاوہ اور اخبارات ہیں جو دوسرے ملکوں سے نکلتے ہیں۔ اور جن میں اس کا ذکر ہو رہا ہے اور جن کے کٹنگس (Cuttings) آ رہے ہیں۔ اس طرح اس وقت تک قریباً" بیس پچیس کروڑ انسان یہ بات سن چکے ہیں کہ لندن میں ایک مسجد بنی ہے۔ جس کا افتتاح ہوا اور جسے اس احمدی جماعت نے بنایا۔ جس کے امام مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ جنہیں خدا نے مسیح موعود اور نبی بنا کے بھیجا۔ اور جس کا کام اشاعت اسلام ہے۔ دنیا کے ہر تین آدمیوں میں سے ایک آدمی کو یہ بات پہنچ چکی ہے اور خود انگلستان کے اخبار نویسوں اور دیگر سربر آوردہ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اگر ہم دو کروڑ روپیہ بھی خرچ کرتے تو اتنی اشاعت نہ ہوتی جتنی اب ہو گئی ہے بلکہ بعض نے تو یہ بھی کہا کہ دو کروڑ روپیہ نہیں دو کروڑ پونڈ بھی یہ کام نہ کرتا جو اس روپیہ نے کر دیا جو مسجد پر خرچ ہوا۔ پھر اس مسجد کے افتتاح میں بڑے بڑے لوگ شامل ہوئے۔ تین لارڈ۔ تیرہ ممبر پارلیمنٹ اور مختلف ممالک کے سفرا' وزرا' نواب اور دیگر معزز اور سربر آوردہ لوگوں نے ایک کافی

تعداد میں شمولیت اختیار کی اور نہ صرف یہ کہ شمولیت ہی اختیار کی بلکہ ان اعلیٰ طبقہ کے لوگوں نے پرلے درجے کی دلچسپی بھی لی اور خوشی محسوس کی۔ بعض نے تو کام کرنے میں بھی فخر سمجھا اور بڑے شوق سے انہوں نے ہر کام میں حصہ لیا۔ پھر ہندوستان کے بڑے بڑے لوگ بھی اس میں شامل ہوئے۔ حتیٰ کہ مہاراجہ بردوان بھی شامل ہوئے۔ جنہوں نے اس موقعہ پر تقریر کرنے کی اجازت مانگی اور خوشی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ گو میں ہندو ہوں مگر میں اس میں شامل ہونا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ پھر گیارہ حکومتوں کے قائم مقام بھی اس موقعہ پر آئے۔ جرمنی۔ اٹلی۔ چین۔ وغیرہ ملکوں کے وزیر بھی تھے۔ پس یہ جواب ہے ان لوگوں کے لئے جو کہتے ہیں کہ کہاں گیا وہ روپیہ جو مسجد کے لئے جمع ہوا تھا۔ وہ سن لیں وہ روپیہ یہاں گیا۔

میں ایسے لوگوں سے پھر کہتا ہوں کہ یہ روپیہ ضائع نہیں گیا۔ بلکہ محفوظ ہے اور نفع کے رنگ میں اصل سے بھی بڑھ گیا ہے۔ مکان اور زمین پر ستر ہزار کے قریب خرچ ہوا ہے۔ ساٹھ ہزار مسجد کی تعمیر اور سامان وغیرہ پر صرف ہوا۔ ستر ہزار وہاں تجارت پر لگا ہوا ہے۔ جو اس لئے وہاں لگایا گیا ہے۔ کہ اس کے نفع سے وہاں کے مشن کے اخراجات پورے کئے جائیں۔ ساٹھ ستر ہزار کی زمین قادیان میں موجود ہے۔ پس جس محنت محبت اور دانائی کے ساتھ یہ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ اگر اس سے کام نہ لیا جاتا تو اس سارے روپے سے جو ہمیں دیا گیا۔ اتنا کام بھی نہ ہوتا جتنا کہ اب ہوا ہے۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ یہ کام بھی ہو گیا ہے اور ہمارے پاس کافی جائداد بھی موجود ہے۔ تجارت پر جو روپیہ لگا ہوا ہے وہ الگ ہے قادیان کی زمین الگ ہے۔

پس یہ کام نہایت ہی اخلاص اور دیانت داری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ورنہ نہ تو مسجد بن سکتی تھی اور نہ ہی اس قدر جائداد ہاتھ میں رہ سکتی تھی۔ اس نمونہ کی عمارت کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ سے کم نہ تھا۔ اور جب بھی مجھے ہمارے لندن کے دوست اس سے اطلاع دیتے۔ میں انہیں لکھتا کہ اور اندازہ کراؤ اور اندازہ کراؤ۔ شائد کسی جگہ سے اس اندازے سے کم رقم کا اندازہ لگایا جا سکے۔ تو ہمارے لندن کے دوستوں نے رات دن محنت سے کام کیا اور کوئی ایسی کمپنی نہ تھی جو عمارات کا کام کرتی اور ایسے اندازے لگاتی ہو جسے ہمارے دوستوں نے چھوڑا۔ آخر ان کی کوششوں اور محنتوں سے ایک کمپنی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا کہ وہ اتنے روپے میں کہ جتنا اس پر اب خرچ آیا یہ عمارت بنوا دے گی۔ پس اگر معمولی طور پر اس کام کو کیا جاتا تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ تو اسی پر لگ جاتا۔ اسی طرح مکان اور زمین کی خرید کا حال ہے۔ یہ سب کارکنوں کے اخلاص اور محنت اور محبت کا نتیجہ ہے۔ اتنے روپے میں مسجد تیار ہو گئی۔

ہر وقت اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ آدم کے ساتھ شیطان کا ہونا ضروری ہے۔ خدا کا مسیح

آدم تھاتو یہ ضروری تھا کہ اس کے ساتھ کوئی شیطان بھی ہو۔ مگر افسوس کہ تم بھول جاتے ہو کہ اس آدم کے ساتھ کوئی شیطان بھی ہے۔ پس اس بات کو مدنظر رکھو اور ہر وقت اس شیطان سے بچو جو اس آدم کے ساتھ ہے جو لوگوں کو ورغلاتا پھرتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں وساوس ڈال رہا ہے۔ پس اگر آدم تمہارے سامنے ہے تو شیطان بھی تمہارے سامنے ہونا چاہئے۔ اور یہ شیطان اگر اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے تو تمھیں بھی اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے۔ وہ تمھیں ورغلائے تو تم اس کے پھندے میں نہ پھنسو اور کہو چل ہٹ دور۔ ہم اپنا وعدہ ایفا کریں گے۔ دیکھو یہ وقت بڑا نازک ہے۔ دنیا تاریکی کے گڑھے میں گر رہی ہے۔ تمھیں خدائے روشنی کے کنارے پر کھڑا کیا ہے۔ تم بچو کہ کہیں اندھیرے میں نہ جاپڑو۔ فتنہ فسادوں سے بچو۔ بے ہودہ گوئیوں سے کنارہ کرو۔ اور اپنی اس عظمت کو قائم رکھو جو مامور کی شناخت سے تمھیں ملی ہے۔

خدا ہم سب کو ان مضرباتوں سے بچائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہمارے کندھوں پر جو بوجھ ہے وہ اٹھا سکیں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور فتنہ و فسادوں سے بچیں۔ ہم خدمت دین میں پہلے سے بھی زیادہ کمربستہ ہوں تا خدا کا نام بلند ہو اور دنیا سے تاریکی اور ضلالت دور ہو۔ خدا ہمیں فتنہ گروں کی فتنہ گریوں سے بھی بچائے۔ میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ خدا ہمیں نیکی کو سمجھ کر کرنے کی توفیق دے۔ اور جب ہم نیکی کریں تو کسی نا سمجھی سے ضائع نہ ہو جائے۔ خدا ہم سب کا مددگار ہو۔ آمین

(الفضل ۹ نومبر ۱۹۲۶ء)

ا۔ بخاری تفسیر سورۂ مائدہ باب قولہ الیوم اکملت لکم دینکم

۲۔ مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ماقالہ شرعًا دون ماذکرہ النبی من معایش الدنیا علی سبیل الرائی